غازی علم الدین
ایسوسی ایٹ پروفیسر،
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میرپور، آزاد کشمیر

منتخب الفاظ: ذولسانی تحقیقی مطالعہ

Ghazi Ilmuddeen
Govt. Post Graduate College, MirPur, Azad Kashmir

Selective Words: Multilingual Research Study

Words are the basic components of a language and there is no doubt that language transfers it meaning through words,but words have a mystery of their own. All languages carry influence of other languages. In this article a selection of Urdu words have been discussed in reference with some other Oriental languages.

تمہید: اس بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ زبان ہی آلۂ اظہارِ خیالات وفکر ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لئے منہ سے بولے جانے والے الفاظ، ہاتھوں، ہونٹوں اور آنکھوں سے کیا جانے والا اشارہ کنایہ، کندھوں کا اچکانا اور چہرے بُشرے کے تاثرات، سب زبان ہی قرار پاتے ہیں لیکن مقالہ زیر بحث منہ سے بولے جانے والے الفاظ کے حقائق کے انکشاف کے حوالے سے ہے۔ خیالات وافکار کی تخلیق اور ان کا اِبلاغ الفاظ کا مرہون منت ہوتا ہے۔ علم کی دولت الفاظ ہی کے ذریعے نسل درنسل منتقل اور متداول ہوتی ہے۔ صفحۂ قرطاس پر بکھرے الفاظ محض مہمل اور بے ربط نشانات نہیں بلکہ زندہ وتوانا عامل ہوتے ہیں۔ نسلِ انسانی کا امتیاز ہے کہ اسے زبان ورثے میں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک عطیہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے خیالات وافکار کو لفظی پیکر اور پہناوے میں بیان کرنے کی استعداد بتدریج حاصل کرتا رہا ہے اور یہ خود کار نظام جاری وساری رہے گا۔

اہمیتِ موضوع: الفاظ خزانوں کی مثل ہیں جن کے اندر جہانِ معانی آباد ہوتا ہے۔ لسانیات وادبیات کے طالب علم کے لئے تحقیقاتِ لفظی، مطالعۂ الفاظ اور ان کے مخفی خزائن کی دریافت اور جستجو سے بڑھ کر کوئی مفید اور دل چسپ مشغلہ نہیں ہوتا۔ زبان کے مخفی خزانوں کی دریافت کے لئے ہر دور میں تفحص اور تجسّس ہوتا رہا ہے۔ پُرمعنیٰ الفاظ کی اصلیت کی نقاب کشائی اور حقائق کا

انکشاف اہل ادب کے ہاں پسندیدہ اور مرغوب عمل رہا ہے۔ الفاظ جو معنوی تنوع اور لطافت ونزاکت کا خزانہ ہوتے ہیں، نباتات وحیوانات کی طرح ہی نشوونما پاتے ہیں۔ پھلتے پھولتے ہیں اور گروہ خاندانی بناتے ہیں۔ زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی زندہ وتوانا زبان کی مشاطگی کے لئے تحقیق کا سفر جاری وساری رکھنا ازبس ضروری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پیکرِ الفاظ میں پوشیدہ جہانِ معانی دریافت کیا جائے۔ مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے الفاظ کا مطالعہ کر کے اس بات کا کھوج لگایا جائے کہ رنگارنگ معانی اور مفاہیم کا تنوع کس طرح وجود میں آتے ہیں۔ زیرنظر مقالہ الفاظ کے تخلیقی سفر اور معنوی واصطلاحی پس منظر کے حوالے سے ایک ذولسانی تحقیقی کاوش اور گزشتہ مباحث کا تسلسل ہے۔ (۱)

آپ کے طُفَیل سے: (آپ کے توسط اور وسیلے سے) مثلاً آپ کے طفیل سے مجھے یہ رتبہ ملا۔ طفل عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اسم مذکّر ہے جس کی جمع اطفال ہے۔ اس کا معنی بچہ، بالک، شیرخوار، لڑکا، نادان اور ایانا ہے۔

شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثلِ برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے (۲)

طفل سے کئی تراکیب اور محاورے رائج ہیں مثلاً طفلانِ چمن (باغ کا سبزہ اور پھولوں کی کلیاں) طفلِ اشک (آنسو) طفلِ دبستان/طفلِ مکتب (نوآموز، ناتجربہ کار) طفل مزاج/طفل مشرب (جس کے مزاج میں لڑکپن ہو)۔

طِفل کا اسمِ تصغیر طُفیل (چھوٹا بچہ) ہے۔ طفیل عربی ادب کی تاریخ کا ایک مشہور کردار ہے۔ اس کا اصل نام طفیل بن زلال تھا۔ یہ کوفی شاعر تھا جو بغیر بلائے دعوتِ ولیمہ میں شامل ہوتا تھا۔ (۳) بعد میں اسی وجہ سے اس شخص کی نسبت کہنے لگے جو مدعو کے ساتھ بن بلائے دعوت میں چلا جائے۔ فارسی میں اسے ناخواندہ مہمان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ طفیل بہ توسط، بدولت، بوسیلہ، بذریعہ اور بہ تصدّق کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

اِجابت: اس لفظ کے اردو میں کئی معانی ہیں مثلاً جواب دینا، قبولیت دعا، رفع حاجت، بول وبراز وغیرہ۔ اس کا مادہ جوب (ج و ب) ہے۔ مُجیب، مستجاب اور جواب اسی مادہ سے مشتق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْن (۴)

(اے نبی ﷺ میرے بندے اگر آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادیں کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ یہ بات آپؐ انہیں سنادیں۔ شاید کہ وہ راہِ راست پالیں)

اجابت سے بول و براز اور پاخانے سے فراغت کا معنی غور طلب ہے۔ رفع حاجت کے وقت شیطان انسان پر اپنے شر اور خبث کا وار کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع کے لئے اُمت کو جس دعا کی تعلیم دی ہے اس میں شیطان کے شر

سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ بول و براز سے فارغ ہوکر انسان بیماری، رغبتِ معصیّت اور مصیبت سے بچ جاتا ہے۔ لہٰذا پاخانہ اور بول و براز سے سلامتی کے ساتھ فراغت پانا اجابت کہلاتا ہے۔

اَسامی: یہ اسم کی جمع الجمع ہے۔ اسم کی جمع اسماء اور اسماء کی جمع اسامی۔ لیکن اردو میں واحد کے صیغے میں مستعمل ہے۔ اس وجہ سے اردو میں اسامی کی جمع اسامیاں اور اسامیوں لاتے ہیں۔ الفِ مقصورہ کی جگہ الف ممدودہ لکھنا غلط ہے۔ اردو میں آسامی (الفِ ممدودہ کے ساتھ) غلط العوام ہو چکا ہے۔ اسامی کے مختلف معانی ہیں۔ ا۔شخص، نفر، آدمی جیسے لاکھوں کی اسامی ۲۔ گاہک ۳۔ عہدہ ۴۔ کرایہ دار ۵۔ مدعا علیہ، ملزم ۶۔ امیر وغیرہ۔ ان سب معانی میں لفظ ''اسم'' کا دخل ہے۔

اَسیر: اس کا معنی قیدی ہے۔ اس کا مادہ اسـر (ا س ر) ہے اور معنی ہے رسیوں سے باندھنا۔ اسیر بروزن فعیل اسم مفعول ہے یعنی جسے رسیوں سے باندھ دیا گیا ہو۔ پرانے زمانے میں قیدیوں کو رسیوں سے باندھ کر رکھا کرتے تھے۔ اب رسی کی جگہ لوہے کی ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ اسی مادہ سے عربی میں لفظ اُسـرہ ہے جو خاندان کے لئے مستعمل ہے۔ اُسرہ کا معنی مضبوط زرہ ہے۔ خاندان کے افراد بھی زنجیر کے حلقوں کی طرح آپس میں مضبوطی سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہی مناسبت زرہ کے حلقوں اور افرادِ خاندان میں ہے۔

اَشرفی: (سونے کا سکہ) صاحبِ غیاث اللغات نے شرح دیوانِ خاقانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایران میں اشرف نامی ایک بادشاہ تھا جس کے عہد میں دس ماشے سونے کے وزن کا یہ سکہ رائج ہوا۔ اسی نسبت سے اس سکے کو اشرفی کہا جانے لگا۔ (۵)

اَعیان و اَرکان: لفظی معنی آنکھیں اور ستون ہے۔ اعیان عین (آنکھ) کی جمع اور ارکان رکن (پایہ۔ ستون) کی جمع ہے۔ اصطلاحی معنیٰ اُمراء، وزرا، رہنما اور سرکردہ لوگ ہیں۔ چونکہ یہی لوگ ریاست کی حفاظت اور اس کے استحکام کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اسی نسبت سے اعیان و ارکان (آنکھیں اور دست و پا) کہلاتے ہیں۔

اَفواہ: فُوہ کی جمع ہے یعنی بہت سارے مُنہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡن

(آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کیے کی گواہی دیں گے)۔ (۶)

اردو میں افواہ کا استعمال بازاری خبر، آوارہ اور غیر معتبر بات، اڑتی ہوئی خبر اور بے اصل بات کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لفظ اگرچہ جمع ہے لیکن اردو میں واحد کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں وہ بے اصل اور غیر معتبر بات جو بہت سے لوگوں کے مونہوں سے نکل کر پھیل جائے۔

اُمُّ الخبائث: (کل برائیوں اور خباثتوں کی ماں)۔ خبائث جمع ہے خبث اور خباثت کی۔ اصطلاحاً شراب کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ شراب برائیوں کی جڑ ہوتی ہے اور معصیت کا باعث بنتی ہے، لہٰذا اُم الخبائث کہلاتی ہے۔

اُمّی : اردو اور علاقائی زبانوں میں ماں کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی اصل اُمّ (ماں) ہے۔ ضمیر متّصل (یائے متکلم) کے ساتھ اُمِّي (میری ماں) بن جاتا ہے۔ اردو میں استعمال کے سفر میں الف پر پیش کی جگہ زبر نے لے لی اور اُمّی سے اَمّی ہو گیا۔

اِنشاء: عربی میں آخر میں ہمزہ ہے۔ فارسی اور اردو میں بحذف ہمزہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ نَشأ اور نُشوُء ہے۔ لغوی معنی پیدا کرنا، بڑھانا، بڑھوتری (growth) اور کسی چیز کو مرتبۂ کمال تک پہنچانا ہے۔ اسی مادہ سے نَشو ہے یعنی نشو و نما۔ نشاَۃ بھی اسی مادہ سے ہے مثلاً نشاۃِ ثانیہ (دوبارہ پیدا ہو کر ترقی کی طرف سفر کرنا)۔ اردو میں اصطلاحاً دل سے کوئی بات پیدا کر کے عبارت اور نثر کی صورت میں تحریر کرنا۔ انشاء خوبی عبارت، طرز تحریر اور نثر نگاری کے لئے بھی مستعمل ہے۔ ہر معنی میں پیدا کرنا، بڑھانا اور مرتبۂ کمال تک پہنچانا موجود ہے۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ: (اگر اللہ نے چاہا تو)۔ اِنْ اگر (شرطیہ حرف) شَاءَ فعل ماضی اور اللّٰہ فاعل ہے۔ یہ کلمہ عام طور پر کوئی کارِ خیر شروع کرنے پر حصول برکت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اردو میں عام طور پر اِن کو شَاءَ کے ساتھ ملا کر غلط طور پر لکھا جاتا ہے، مثلاً انشاء اللہ۔ اِنشا ایک الگ لفظ ہے جس کا معنی نثر نگاری ہے۔ شاءَ کا ہمزہ نہ لکھ کر دوسری غلطی کی جاتی ہے۔

اَہلاً وسہلاً ومرحبا: یہ الفاظ مہمان کی تعظیم اور اس کے خیر مقدم کے لئے مستعمل ہیں۔

اَہلاً : تو اپنے ہی عزیزوں میں آیا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال میں ہی سمجھیں۔

سہلاً: تیرے لئے یہ زمین (گھر) آسان اور ہموار ہے۔ اپنے آپ کو سہولت میں سمجھیں۔

مرحبا: تیرے لئے یہ جگہ (گھر) کشادہ اور فراخ ہے یعنی تیرا آنا مبارک۔ خوش آمدید۔ یہ اصل میں رَحُبَتْ لَکَ الدَّارُ مَرحَباً (تیرے لئے یہ گھر بہت وسیع ہو گیا ہے) کا مخفف ہے۔ مرحبا کا مادہ رَحب (ر ح ب) ہے جس میں کشادگی کا معنی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَ ضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (اور زمین اتنی کشادہ ہو کر تم پر تنگ ہو گئی) (۷)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے۔ ھٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَکُمْ لَا مَرْحَبًا بِھِمْ اِنَّھُمْ صَالُوا النَّار (یہ ایک لشکر تمہارے پاس گھسا چلا آ رہا ہے۔ کوئی خوش آمدید ان کے لئے نہیں ہے۔ یہ آگ میں جھلسنے والے ہیں) (۸)

سَہلاً کا مادہ سھل (س ہ ل) ہے سہل کا لفظی معنی ہموار ہے۔ مثلاً سَھلُ الاَبَاطِح ہموار میدان والی وادی کو کہتے ہیں جس میں دوڑنا اور گھومنا پھرنا آسان ہوتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے یُحِلُّ العُصْمَ سَھْلَ الاَبَاطِح ہرن کو ہموار راستہ والی وادی میں اتار دیتا ہے جس میں ہرن شکاری سے بچ کر بغیر کسی رکاوٹ کے دوڑ سکتا ہے۔ اس سے مراد مشکل کا آسان ہو جانا ہے۔ غزل اور تشبیب کے شاعر شہیر کثیّر عزّہ کا شعر ہے

وَ اَدْنَیْتِنِی حتیّٰ اِذَا مَا مَلَکْتِنِی
بِقَولٍ یُحِلُّ العُصْمَ سَھْلَ الاَبَاطِح

تو نے مجھے اپنا قُرب دیا یہاں تک کہ جب تو مجھ پر چھا گئی تو ایک ایسے قول کا وقت آ گیا جو معاملہ آسان کر دیتا ہے یعنی وصال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔(۹)

باد پا: باد ہوا کو کہتے ہیں اور پا کا معنی پاؤں ہے۔یعنی ہوا کی رفتار سے دوڑنے والا گھوڑا۔ایسا گھوڑا جس کے پاؤں میں ہوا کی تیزی پائی جاتی ہو۔

بادہ: (شراب) یہ لفظ باد (ہوا) سے مشتق ہے۔شراب پی اور سر میں ہوا بھر گئی۔یا شراب پی کر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور غلط کاریوں کا مرتکب ہونے لگا۔

بِالکُل: ب حرفِ جر ہے یعنی ساتھ اور سے الـکُـل (لام معرفہ کے ساتھ) کا معنی ہے سب کل سارا پورے لفظ کا معنی ہے مکمل طور پر

برباد/ بربادی: بر (اوپر) اور باد (ہوا) کا مرکب یعنی ہوا کے اوپر۔ہوا کا خس و خاشاک اڑا کر تنکا تنکا کر کے ایک دوسرے سے جدا کرنا۔کوئی کہیں، کوئی کہیں، اپنے اصل مقام سے کوسوں دور۔انسان ناکامی کی حالت میں شکستہ اور بکھرا ہوا ہوتا ہے یا اسی نسبت سے انسان کی بے چارگی اور ناکامی کو بربادی کہا گیا ہے۔

بُزِ اَخفش: (اخفش کا بکرا) اصطلاحاً احمق، بے وقوف، بے سمجھ، گردن ہلانے والے اور نافہمیدہ اقرار کرنے والے کو کہتے ہیں۔اَخفش ایک نحوی کا نام ہے۔اس نے ایک بکرا پالا ہوا تھا۔جب تک بکرا اپنا سر نہ ہلاتا وہ اس کے سامنے اپنے مسائلِ نحو یہ بیان کرتا رہتا اور اپنے سبق کا پیچھا نہ چھوڑتا۔اب اس آدمی کو جو بے سوچے سمجھے کسی امر میں دخل دے بُزِ اَخفش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بِسمِل: بسم اللہ پڑھنا یعنی ذبح کرنے کے لئے جانور کے گلے پر چھری رکھتے ہوئے بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر پڑھنا۔اصطلاحاً ذبح ہوتے وقت تڑپتے ہوئے جانور اور مرغ کو کہتے ہیں۔یہی اصطلاح معشوق پر مرتے ہوئے عاشق کے لئے خاص ہوگئی۔ایسا عاشق جو معشوق کے عدم التفات سے گھائل اور اس کی محبت میں مضطر ہے۔

بلوہ: اس کا مادہ بـلـو (ب ل و) ہے۔ابتلاء، بتلاء، بلاء، بَلِیَّات اسی کے مشتقات ہیں۔عربی میں اس کی املاء بلویٰ بھی ہے۔اس کا لغوی معنی مصیبت اور آزمائش ہے۔جامع اللغات اور فیروز اللغات کے مطابق یہ ہندی لفظ ہے۔فرہنگِ آصفیہ نے اسے فارسی لکھا ہے۔نور اللغات کے مطابق عربی ہے۔راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اصلاً عربی لفظ ہے۔عربی سے فارسی میں آیا، پھر عربی یا فارسی سے ہندی میں شامل ہوا۔اردو لغت کے مطابق اس کا معنی ہنگامہ، دنگا فساد، سرکشی، بغاوت، ہلچل اور بدانتظامی ہے۔ان سب معانی میں مصیبت اور آزمائش کا پہلو موجود ہے۔

بورانی طعام: ایک کھانے کا نام۔ایک قسم کا رائتہ جو دہی اور بینگن کے مرکب سے بنایا جاتا ہے۔صاحبِ قاموس کی رائے ہے کہ یہ کھانا جسے بورانیہ بھی کہتے ہیں، بوران بنت حسن بن سہل زوجہ خلیفہ مامون رشید سے منسوب ہے (۱۰)

بیڑا اٹھانا: یعنی ذمہ لینا۔عہد کرنا، آمادہ ہونا۔ہامی بھرنا

گلوری پان کی غیروں کو تم کھلاتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا مگر اٹھاتے ہو(۱۱)

اگلے زمانہ کے راجاؤں اور سرداروں میں دستور تھا کہ جب کوئی مشکل کام آن پڑتا تو وہ اپنے ماتحتوں کو بلا کر اوّل اس کام کی حقیقت اور کیفیت سناتے بعد ازاں خاص دان میں ایک گلوری رکھ کر ہر ایک کے آگے پیش کرتے۔ جو اُسے اٹھا کر کھا جاتا اس پر یہ کام فرض ہو جاتا۔

بے وقوف: یعنی احمق، نادان اور بے عقل۔وقوف کا معنی ٹھہرنا، رکنا اور وقف کرنا ہے۔احمق اور نادان کی سمجھ بوجھ اور عقل کو چونکہ قرار اور ٹھہراؤ نہیں ہوتا، اسی نسبت سے اسے بے وقوف کہا جاتا ہے۔

تازی: اصطلاح میں عرب کا، عربی، عرب کا گھوڑا، عربی زبان اور وہ حروف جو عجمی نہ ہوں، کے لئے مستعمل ہے۔لیکن اس کے لغوی معنی اجنبی کے ہیں۔ایرانی اپنے زبان وادب میں عربوں کو تازی ہی کہتے رہے۔اپنی عصبیت اور نیشنل ازم کو قائم رکھتے ہوئے ایرانیوں نے عربوں کی اجنبیت کو اس لفظ میں قائم رکھا اور ہمیشہ عربوں کی حکومت کا جوا اہلِ ایران کی گردن سے اتار دینے کے خواہاں اور کوشاں رہے۔فارسی ادب میں فردوسی کا ''شاہ نامہ ایران'' ایرانی نیشنل ازم کی زندہ مثال ہے۔

تحریر: نوشت، دستاویز، اور خط وکتابت کے لئے اصطلاحاً مستعمل ہے مگر اس کے مادہ (حــ رّ) میں آزاد کرنا کے معنی ہیں۔حُرّ جس کی جمع اَحرار ہے، اسی مادہ سے مشتق ہے۔تحریر کا اصطلاحاً معنی نوشت قابل غور ہے۔انسانی افکار اور تخیلات الفاظ کے پیکر میں ڈھل کر جب قلم کے ذریعے قرطاس پر منتقل ہو جاتے ہیں تو وہ آزاد اور عام ہو جاتے ہیں۔اس معنی کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ زمانہ قدیم میں غلام کی آزادی بذریعہ نوشت ہوتی تھی۔

رسم است کہ مالکان تحریر
آزاد کنندہ بندۂ پیر(۱۲)

تصنیف: کتاب، تالیف اور پبلی کیشن کے لئے مستعمل ہے۔لیکن اس کا اصل معنی ہے نوع نوع گرفتن اور جمع کرنا۔قسم قسم علیحدہ کر کے بیان کرنا۔تصنیف یا پبلی کیشن لانے کے لئے خیالات والفاظ کا جمع کرنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ان خیالات والفاظ کو میلانِ طبعی سے حُسنِ ترتیب میں بدلا جاتا ہے۔تب جا کر کہیں کوئی تصنیف معرضِ وجود میں آتی ہے۔

تعصّب: اس کا مادہ عــصــب (ع ص ب) ہے۔عُصبہ رگ اور پٹھے کو کہتے ہیں۔دینی، قومی، لسانی اور علاقائی غیرت وحمیّت کے معاملات میں خلافِ مزاج گفتگو سن کر غُصہ آ جاتا ہے۔اس غصہ کی وجہ سے انسان کی رگیں نمایاں ہو کر پھڑکنے لگتی ہیں۔انسان کی اس کیفیت اور مظاہرے کو تعصّب کہا جاتا ہے۔یہ ایک فطری ردّ عمل ہوتا ہے جسے منفی نہیں کہا جا سکتا لیکن اس لفظ کا زیادہ تر استعمال منفی اور مذموم معنوں میں ہوتا ہے۔جب کسی معاملے میں بالخصوص امورِ مذہبی میں جذبہ داری پر اڑ جائیں اور

عقل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر ایک رائے بنالیں یا عمل کریں تو وہ تعصّب ہوگا۔اس لفظ کے مادے کے مشتقات میں جماعت اور گروہ کا معنیٰ ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡن

انہوں نے جواب دیا، اگر ہمارے ہوتے اسے بھیڑیے نے کھالیا، جب کہ ہم ایک جتھا ہیں، تب تو ہم بڑے ہی نکمے ہوں گے۔ (۱۳)

تعویذ: اس کا مادہ عوذ (ع و ذ) ہے۔یہ باب تفعیل ہے۔اس سے مشتق کئی الفاظ اردو میں مستعمل ہیں مثلاً العیاذ، تعوُّذ، اعوذ باللہ، نعوذ باللہ من ذالک، معاذ، مُعوّذ، اور مُعوَّذتَین (آخری دونوں سورتیں) وغیرہ۔لفظی معنی پناہ لینا ہے۔جب کہ اصطلاحی معنی شیطان کے شر سے نکل کر اللہ کی پناہ میں آجانا ہے۔تلاوت قرآن حکیم کی ابتداء اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم سے کی جاتی ہے۔معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی تلاوت از روئے شریعت جادو اور ہر قسم کے شیطانی شر سے حفاظت کے لئے تریاق ہے۔لوگ حصول مراد اور حفاظت کے لئے کاغذ پر تعوّذ والی آیات لکھ کر یا اسمائے الٰہی سے خانہ پری کر کے چرم، چاندی یا سونے کی ڈبی میں بند کر کے گلے میں پہنتے ہیں۔بعض لوگ بازو پر باندھ لیتے ہیں۔عرف عام میں اس ڈبی کو تعویذ کہا جاتا ہے۔گلے کے ایک زیور کو بھی تعویذ کہا جاتا ہے۔لوح مزار کو بھی تعویذ کہا جاتا ہے۔پنجابی زبان وادب میں تعویذ کو تویت یا تویتڑی کہتے ہیں۔''سونے دی تویتڑی'' پنجابی شاعری کا دل چسپ موضوع ہے۔

تلاطم: اس کا مادہ لطم (ل ط م) ہے۔تلاطُم بروزن تقابُل، توازُن، تخاطُب اور تناسُب باب تفاعُل سے ہے یعنی دریا اور سمندر کی لہروں کا ایک دوسرے سے ٹکرانا اور باہم تھپیڑے مارنا۔لطمہ طمانچہ اور تھپڑ کو کہتے ہیں۔موج، لہر اور پانی کے تھپیڑوں کے علاوہ اصطلاحاً جوش اور ولولے کو بھی کہتے ہیں۔انسانی سوچ وفکر میں جب خواہشات، تمنائیں اور کچھ کر گزرنے کے جذبے باہم حرکت میں ہوتے ہیں تو کیفیت سمندر کے طوفان کی سی ہوتی ہے۔

تماشا: اس کا مادہ مشیٰ یَمشِی مَشْیاً سے ہے۔عربی میں اس کی املاء تماشیٰ ہے۔باہم مل کر پیدل چلنا۔باہم اچھل کود کرنا۔ لیکن اصطلاح میں کھیل کود، ناٹک، سیر سپاٹا، کرتب، سرکس اور تھیٹر کو کہتے ہیں۔ان سب اصطلاحی معنوں میں حرکت، باہم پیدل چلنا اور اچھل کود کرنا پایا جاتا ہے۔تماشا کے اصطلاحی معنوں میں دید اور نظارہ بھی ہیں۔بظاہر ان کی تماشا کے لغوی معنی سے کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔اس کی ایک توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ نظریں چار ہونے یا خوب صورت چیز اور منظر دیکھنے سے انسانی قلب وذہن میں ایک ہیجان کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔تماشا یعنی حرکت، اچھل کود اور باہم پیدل چلنے سے اس ہیجانی کیفیت کی مماثلت بن جاتی ہے۔

جاری وساری: یعنی رواں دواں، بہتا ہوا، مسلسل، لگاتار۔یہ دونوں لفظ اسم فاعل ہیں۔جریٰ یَجری (دوڑنا) سے جاری (دوڑنے والا) اور سارَیَسرُ (چلنا) سے ساری (چلنے والا) ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ (اس (جنت) میں

رواں دواں چشمہ ہے)۔ (۱۴) اس آیت کریمہ میں جاریہ اسم فاعل مونث ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ (آپ فرمادیں زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔) (۱۵)

جرح: یعنی زخم لگانا، گھائل کرنا۔اس کے مشتقات میں سے جارِح (زخمی کرنے والا) اسم فاعل ہے۔مجروح (زخمی کیا گیا) اسم مفعول ہے۔ جرّاح (جرّاحی کا پیشہ اختیار کرنے والا) اسم مبالغہ ہے۔جراحت اور جارحانہ بھی اسی سے مشتق ہیں۔اردو میں غلطی سے جارحانہ کی جگہ جارہانہ بھی لکھا جاتا ہے جو کسی طور پر درست نہیں جرح عدالتی اور علم الحدیث کی اصطلاح بھی ہے۔ جرح سے مراد اپنے دلائل سے فریق مخالف کو نیچا دکھانا اور کمزور کرنا ہے۔گواہان پر فریق مخالف کے سوالات جرح سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔سوالات جرح کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ گواہ کی شہادت کم زور اور نکمّی کردی جائے۔علوم الحدیث میں علم الجرح والتعدیل بہت اہم ہوتا ہے جس سے رجال الحدیث پر بحث کی جاتی ہے۔جرح کی جمع جُروح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَ کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاص (اور ہم نے توریت میں ان پر فرض کیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے)۔ (۱۶)

حِفظِ ماتَقَدَّم: تَقَدُّم کہنا غلط ہے۔تَقَدَّم فعل ماضی ہے۔اس سے قبل ماموصولہ ہے۔کسی واقعہ سے پہلے حفاظت کا انتظام کر لینا۔ پہلے سے کسی امر کی پیش بندی کرنا۔وہ بچاؤ جو پہلے سے کیا جائے۔

حلقہ بگوش: یعنی غلام، فرماں بردار اور مطیع۔ایران میں دستور تھا کہ غلاموں کے کانوں میں سوراخ کر کے لوہے، چاندی یا سونے کا حلقہ ڈال دیا کرتے تھے۔یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ آزاد نہیں بلکہ غلام ہے۔

طاعت میں ایک عُمر سے خانہ بدوش ہوں
تم سے کماں کشوں کی میں حلقہ بگوش ہوں (۱۷)

صنف نازک کا ناک اور کان چھدوا کر سونے کے حلقے (نتھلی اور بالیاں) پہننا اسی رسمِ بد کا تسلسل ہے۔یہ رسم گزرے وقتوں میں غلامی، مجبوری اور ظلم و جور کی علامت تھی لیکن بعد کے زمانے سے زیب و زینت اور آرائش کے زُمرے میں شامل ہوگئی۔

خامہ فرسائی: یہ فارسی ترکیب ہے۔خامہ قلم کو کہتے ہیں۔فرسائی فرسودن مصدر سے ہے جس کا معنی ہے گھسیٹنا خامہ فرسائی کا لفظی معنی قلم گھسیٹنا ہے۔اصطلاحاً لکھنے اور تحریر کرنے کو کہتے ہیں۔

خُتلی: گھوڑے کی ایک قسم ایسا گھوڑا جو بدخشاں کے علاقے ختلان کا پروردہ ہو۔

خسیس: کنجوس، ذلیل، کمینہ اور فرومایہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔اس لفظ کی اصل خس (گھاس پھونس) ہے۔روپیہ پیسہ جمع

کرنے والے کی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہیں ہوتی۔ ہر کوئی خس کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہے۔ اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اسی طرح کنجوس کی نہ تو دنیا میں عزت اور پذیرائی ہوتی ہے، نہ ہی اللہ کے حضور بامراد ٹھہرے گا۔

خوشامد: یہ اصل میں خوش آمد (اُسے خوش آئے) ہے۔ مخاطب کو خوش کرنے کے لئے اس کی ہاں میں ہاں ملانا۔ اپنی آزادانہ رائے ظاہر نہ کرنا۔ خوشامد کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اپنی رائے کچھ بھی نہیں اور جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ بھی مبنی برحقیقت نہیں ہے۔ پرانے وقتوں میں بادشاہوں، راجوں مہاراجوں، نوابوں اور اُمراء کے درباروں میں مطلب برآری اور حصول مدّعا کے لئے خوشامد کا سِفلی رویّہ حد درجہ کارفرما رہا ہے حتیٰ کہ مشرقی ادب (عربی، فارسی اور اردو شاعری) بھی خوشامد کی قباحتوں سے آلودہ ہوتا رہا۔ شریعتِ اسلامیہ نے خوشامد کی صریحاً مذمت کی ہے کیونکہ یہ حق و باطل کے التباس کا باعث بنتی ہے۔

خمر: ایسا مشروب جو پی لینے کے بعد عقل کو ڈھانپ لے یعنی شراب۔ خمیر، خمار، مخمور، مخموری اسی سے مشتق ہیں۔ ان سب الفاظ میں چھپانے، پوشیدہ رکھنے اور ڈھانپ لینے کا معنی پایا جاتا ہے۔ انسان شراب پی کر اپنے ہوش وحواس ڈھانپ لیتا ہے اور عقل گم ہو جاتی ہے۔ عقل گم گشتہ، حواس باختہ، دین و دنیا فراموش، نہ خدا کا ڈر نہ رسولؐ کا خوف۔ ننگ و ناموس کو بالائے طاق رکھ کر سر بازار خوار اور معصیّت کا شکار نظر آتا ہے۔

داعی: یہ اسم فاعل ہے یعنی دعوت دینے والا، دعا کرنے والا، بلانے والا، دعویٰ کرنے والا لیکن یہ لفظ اپنے تاریخی اور سیاسی پس منظر کے حوالے سے زیادہ پہچانا اور جانا گیا۔ یہ لفظ ایشیائی تاریخ میں سیاست اور مذہب ہر دو اعتبار سے ایک زبردست عامل رہا ہے۔ بنی امیّہ کے آخری دور میں بنی عباس کی حکومت کے قیام اور بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے کے لئے لوگوں کو در پردہ ہم نوا بنانے والوں کو داعی کہا جاتا تھا لیکن اس کی شہرت فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھنے والے حسن بن صباح کی وجہ سے زیادہ ہوئی۔ حسن بن صباح کا مرکز قلعہ الموت تھا۔ اس کے پیروکاروں کو حشیشین کہا جاتا ہے۔ پیروکاروں کو حشیش (بھنگ) پلا کر جنّت کے خواب دلانا ان کا موثر ہتھیار تھا۔ اس کے پیروکار داعی کہلاتے تھے اور حکومت اور مذہب دشمن کارروائیاں کرتے تھے۔ یہ پُراسرار جماعت تھی جس کے افراد ہر سازش کے کل پرزے ہوتے ان داعیوں نے اپنی خفیہ اور عیاّرانہ کارروائیاں کر کے تاریخ دنیا میں خوب خون ریزیاں اور تباہیاں کی ہیں۔

دائرہ: گول شکل جس کے گھیرے پر ہر نقطہ مرکز سے برابر فاصلے پر ہوتا ہے۔ حلقہ، کُنڈل، چکر اور محیط کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مادہ دور ہے جس سے اردو میں مستعمل کئی الفاظ مشتق ہیں مثلاً ادارہ، ادارت، مدار، اداریہ، مدیر، دار، دیار، دائر، مدوّر، دور اور دورہ۔ ان سب الفاظ میں مرکز کے گرد گھومنے اور انتظام چلانے کا مفہوم موجود ہے۔

دلاّل: یہ اسم مبالغہ ہے جس کا معنی ہے، بہت زیادہ موثر اور پرزور دلیل دینے والا۔ اس کا مادہ دلل (دل ل) ہے جس سے اردو میں مُدلّل، دلیل، دلالت اور دلّہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اردو میں اس کے معنی سودا کرنے والا، آڑھتیا اور دوسروں کو قائل کرنے کی بھرپور صلاحیّت رکھنے والا کے ہیں۔ جدید اصطلاح میں یہ شخص کمیشن ایجنٹ ہوتا ہے۔ سوسائٹی میں صاحب عزّت و حیثیت شخص کو بھی یہ نام دیا جاتا ہے کیونکہ تجارتی حلقوں میں اس کا وقار ہوتا ہے۔ منفی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کوئلوں کی

دلالی میں منہ کالا۔حرام کاموں کو کرواکر کمیشن کھانے والے کو بھی دلّال کہا جاتا ہے۔کسی کو گالی دینا ہو تو زیادہ حقارت سے دلّہ کہہ دیتے ہیں۔عربی لغت میں دلّہ لا جواب دلیل کو کہا جاتا ہے۔دلّہ کا مفہوم اس قول کی روشنی میں بہت جامع ہے۔خیر الکلام مَا قَلَّ و دَلّ بہترین کلام وہ ہے جو قلیل ہونے کے باوجود مدلّل ہو۔ (۱۸)

دنیا: یہ ادنیٰ کی مونث ہے۔ادنیٰ جو افعل التفضیل ہے، کا معنی ہے انتہائی قریب ترین چیز۔ایسی چیز جو ہر وقت انسانی پہنچ میں ہو۔اردو میں ادنیٰ گھٹیا اور کمتر چیز کو کہا جاتا ہے، کیونکہ جو اشیاء ہمہ وقت انسانی دسترس میں ہوں ناقدری کا شکار ہوتی ہیں۔دنیا کا اصطلاحی مفہوم ہے عالم موجود۔ہمارے گرد و پیش میں جو کچھ بھی ہے وہ دنیا ہے۔

دہریہ: یہ لفظ دہر (زمانہ) سے بنا ہے یعنی زمانہ کو ہی خدا تصور کرنے والا۔اللہ کو نہ ماننے والا، نیچری۔وہ شخص جو زمانے کو قدیم ماننے اور حادث نہ جانے۔اس جہان کی بنا علل و معلول پر ہی قائم کرنے والا۔کسی خارجی عاملِ ہستی کا قائل نہ ہونے والا۔

دیباچہ: اردو میں پیش لفظ اور مقدمہ کے لئے مستعمل ہے۔عربی میں یہ دیباجہ ہے۔یہ دیبا سے معرّب کیا گیا ہے۔دیبا اصل میں دیو بافتہ کا مخفف ہے۔کپڑے کی خوب صورتی کی بنا پر دیکھنے والوں نے اسے انسانی ہنر کی طاقت سے باہر خیال کیا اور دیووں کا بنایا ہوا سمجھا۔پھر اسی دیبا کی نسبت سے کتاب کے سرورق نے اپنی خوب صورتی کو اسی دیبا سے تعبیر کرایا۔مقدّمہَ مضمون سرورق کی ہمسائیگی میں اس کے رُوپ اور نام کا مستحق ہو گیا۔

دیوانہ: یعنی پاگل، یہ لفظ دیو سے مشتق ہے۔وہ لوگ جو افعال و اقوال میں دیووں کے سے کام کرتے ہیں، ان کی باتوں اور کاموں میں عقل و تمیز نہیں ہوتی۔شرارت اور ضرر رسانی کے حوالے سے دیووں کے طبعی خواص ان میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

ذِمّی: وہ غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں رہے اور جزیہ ادا کرے۔اس کے عوض اُسے فوجی خدمت سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔مسلمانوں کی سلطنت کی توسیع نے ان کے سیاسی اور معاشرتی امور میں اہم مسائل پیدا کر دیے۔ان مسائل میں مشکل ترین مسئلہ غیر مذہب قوموں کا اسلامی حکومت کے دائرے میں آنا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے طریقِ عمل کا ضابطہ طے کرنا تھا۔ملکی اور قومی لڑائیوں میں مسلمانوں کی طرح غیر مذہب والوں کی خدمات سے فائدہ اٹھانا مصلحت کے منافی تھا لیکن ان کے جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت بھی ضروری تھی۔فوجی خدمت سے برّیت اور حفاظت جان و مال کے لئے ان لوگوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے جزیہ کہتے ہیں۔یہ لوگ اس اعتبار سے کہ ان کی ہر طرح کی حفاظت جان و مال و ننگ و ناموس حکمران قوم کے ذمہ تھی، ذِمّی کہلائے۔

رَدِیف: فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے اس کا لغوی معنی ہے سُرین چوتڑ (Buttocks) اور وہ شخص جو گھوڑے، شُتر، خچر یا گدھے پر کسی سوار کے پیچھے بیٹھے۔اس کا مادہ ر د ف ہے۔مُرادِف (کسی کے پیچھے بیٹھنے یا سوار ہونے والا) تَرادُف (یکے بعد دیگرے۔سلسلہ وار۔لگاتار) اور مُترادِف (دو ایسے لفظ جن کے معنی ایک ہی ہوں) اسی مادہ ر د ف کے مشتقات ہیں۔اس مادہ

سے بننے والے ہر لفظ میں ایک دوسرے کے پیچھے، ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اور تسلسل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں رَدِفَ، رَادِفة اور مردِفین کی مثالیں ملتی ہیں۔ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْن (میں تمہاری مدد کے لئے پے درپے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں)۔[19] قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْن (آپؐ کہیں کہ کیا عجب کہ جس عذاب کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو اس کا ایک حصہ تمہارے پیچھے (قریب) ہی آ لگا ہو)[20] یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ O تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ (جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا)[21] ردیف کا اصطلاحی معنی ہے وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے اخیر میں قافیے کے پیچھے بار بار آئے۔ حروف تہجی کی ترتیب کو بھی ردیف کہتے ہیں۔ الفاظ یا اشعار جو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے لئے بھی ردیف کا لفظ مستعمل ہے۔

رُومال: منہ صاف کرنے کا کپڑا۔ تولیا۔ یہ لفظ رؤ اور مال کا مرکبّ ہے۔ رؤ کا معنی چہرہ اور مال مالیدن مصدر سے ہے جس کا معنی ہے مَلنا یعنی ایسا کپڑا جس سے چہرے کو مَلا اور صاف کیا جائے۔

زُلیخا: تاریخی اعتبار سے عزیز مصر (فرعون کے وزیر) کی بیوی جو حضرت یوسفؑ پر عاشق ہوگئی تھی۔ قرآن میں اس کے نام کی بجائے اِمرأۃ اور اِمرأتُ العزیز کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے[22] معنوی اعتبار سے یہ لفظ زَلَخَ مادے سے بنا ہے جس کا معنی پاؤں کا پھسلنا ہے۔ زلخ سے یہ اسم تصغیر کی صورت ہے جس کا لغوی معنی ہے ایسی خوب صورت عورت جس کے دیدار سے صبر و تحمّل کے پاؤں پھسل جائیں۔ ہوش و حواس باختہ ہو جائیں دل اور جگر گھائل ہو جائیں۔

زندیق: اہل اسلام کی اصطلاح میں بے دین، کافر اور وہ شخص ہے جو توحید کا قائل نہ ہو۔ یہ لفظ زندی کا معرّب ہے۔ 'زند' زردشت کی کتاب کا نام ہے۔ اس کے آخر میں ی نسبت کی ہے۔ اس لفظ کی تشکیل کا پس منظر یہ ہے کہ پارسیوں کی مقدس کتاب اِستا (اوِستا) قدیم اصل زبان میں تھی۔ بعد میں اوستا کو آسان کر کے اُسی زبان میں اس کی تشریح و تفسیر لکھی گئی۔ اس تفسیر کو ژند یا زند کا نام دیا گیا۔ اس تفسیر کے حوالے سے پارسیوں کے دو گروہ بن گئے ایک جو اس تفسیر (زند) کو مانتا جب کہ دوسرا زند کا منکر۔ اسی لحاظ سے زندیق وہ شخص ٹھہرا جو اس کتاب (زند) کی تفسیر اور روایات کا انکاری تھا اور اجتماع ملّت سے سرگرداں ہو کر بدعت اور انکار کا مرتکب ہو گیا۔ معرّب ہونے کے بعد یہ لفظ زندیق کی شکل اختیار کر گیا۔

زیور: (گہنا) اس کی اصل زیب ور ہے (بہت زیادہ خوب صورت لگنے والا) ب اور و کا اجتماع سہولتِ ادائیگی میں رکاوٹ کا باعث بنا لہٰذا ب کو حذف کر کے زیور بنا دیا گیا۔

سارنگی: ایک قسم کا ساز جس میں تاروں کی بجائے تانت اور بال لگے ہوئے ہوتے ہیں اور اسے گز سے بجایا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں سارنگی ایسا باجہ ہے جس کا جواب کسی اور ملک میں ایجاد نہیں ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا (شاہ دہلی) کے دربار کے نام ور مغنی میاں سارنگ نے اسے ایجاد کیا اور انہی کے نام سے مشہور ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اسے اُجین کے حکیم سارنگا نے

ایجاد کیا تھا۔حکیم سارنگا کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جس طرح قدرت نے آدمی کے گلے میں کئی طرح کے نغمات پیدا کئے ہیں اسی طرح کا کوئی ساز ایجاد کیا جائے۔ چنانچہ اس نے نصف دھڑ سے لے کر گلے تک کی شکل کا ایک ساز ایجاد کیا اور اس کا نام سارنگی رکھا۔اسی ایجاد کی بنا پر وہ سارنگا کہلایا۔اس سے پہلے اس کا نام کچھ اور تھا۔ سارنگی میں اس نے آدمی کے بدن کا ڈھانچہ بنایا اور تانت اور تار کی وہ رگیں بنائیں جو آواز اور نغمات کو اندر باہر لاتی اور لے جاتی ہیں۔ پہلے سارنگی میں تمام وہ رگیں موجود تھیں جو آدمی کے بالائے ناف سے لے کر گلے تک ہیں گویا یہ سازعلمِ تشریح کا ایک نمونہ تھا لیکن اب چودہ یا سترہ طرب سے زیادہ نہیں ہوتیں۔

سدّ باب:لفظی معنی ہے دروازہ بند کرنا۔ یہ دولفظوں کا مرکب ہے سدّ بند کرنا، روکنا اور باب کا معنی دروازہ ہے۔یعنی کسی برائی، قباحت یا منکر کا دروازہ ہی بند کر دینا۔اصطلاحاً اس کا معنی ہے روک دینا، بند کر دینا۔

سعی:عمل کرنا، چلنا، دوڑنا، جدوجہد کرنا۔حج اور عمرہ کے دوران مکّے کی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔ چونکہ کچھ حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا پڑتی ہے اس لئے کوشش اور جدوجہد کو سعی کہا جاتا ہے۔ بےنتیجہ دوڑ دھوپ کو سعی لاحاصل اور سعی نامشکور کہا جاتا ہے یعنی کسی کام کے لئے دوڑ دھوپ تو بہت کی لیکن حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی O وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی (اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی)۔ (۲۳)

سکھّا شاہی:یعنی بےانصافی،ظلم وستم، زبردستی، آپادھاپی اور اندھیر کا زمانہ۔اس لفظ کے پس منظر میں سکھّوں کی عمل داری جو بےانصافی اور ظلم وغارت کا زمانہ تھا ہے، جیسے نادرگردی میں نادرشاہ درانی کا دہلی پر حملہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجانا اور مرہٹی گھِس گھِس میں مرہٹوں کے راج کی بدانتظامی اور ابتری۔ (۲۴)

سُو:عربی اور فارسی کے یہ دو الگ الگ لفظ الگ الگ معنوں میں مستعمل ہیں۔اردو زبان وادب میں بعض اوقات ان کا لکھنا اور سمجھنا مبہم ہو جاتا ہے۔عربی میں سُــوء (ہمزہ کے ساتھ) کا معنی برائی ہے۔ جیسے سوءِظن (بدگمانی) سوءِظن کی ترکیب لکھتے وقت عام طور پر یائے اضافت (سوئےظن) کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جو قطعی غلط ہے اس ترکیب میں اضافت کے لئے زیر ہی کافی ہے۔ یہاں اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ سوءِظن کے مقابلے میں سوءِاتّفاق (برا اتفاق) کی ترکیب معنوی طور پر درست نہیں ہے۔ اتفاق، موافقت، توفیق، وفاق، توافق، موافق، متفق جیسے الفاظ جن کا مادہ وفق ہے، ان میں سوء یعنی شر کی بجائے خیر اور بھلائی کا پہلو ہی ہوتا ہے۔

فارسی میں سُو (ہمزہ کے بغیر) کا معنی طرف، سمت اور جانب ہے۔ جیسے سوئے منزل، سوئے مقتل، سوئے ہدف وغیرہ۔سُو کے آخر میں ہمزہ نہیں آتا۔البتہ کسی اسم کا مضاف بنائے جانے کی صورت میں سُو کے بعد ہمزہ اور یائے اضافت آئیں گے جیسے سوئے دار (سولی کی طرف) سوئے مقتل (قتل گاہ کی طرف) سوئے منزل (منزل کی طرف) سوئے ہدف

(نشانے کی طرف) وغیرہ۔

شاہ باز/ شاہین: ان دونوں لفظوں میں شاہ (بادشاہ) کی نسبت ہے۔ اس بڑے اور اعلیٰ خواص کے حامل پرندے سے بادشاہ لوگ اکثر شکار کھیلا کرتے تھے۔ دوسری اہم توجیہہ یہ ہے کہ اس پرندے میں بادشاہوں والے خواص ہوتے ہیں اور واقعی یہ پرندوں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ بلند پروازی اس کا شیوہ ہے خوددار اتنا کہ کسی کا کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ تیز نگاہی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ قناعت پسند اتنا کہ آشیاں نہیں بناتا۔

شُدنی: شدن مصدر سے ہے یعنی ہونی، ہوجانے والی اور نازل ہونے والی مصیبت۔ اس کا مفہوم شامتِ اعمال سے وابستہ ہے۔ ہماری گنہگاری اور معصیت اور اس پر ہمارا احساسِ عصیاں اور پھر اس کی اٹل سزا کا تصور اور ہمارا سرِ تسلیم اس ایک لفظ میں نمایاں ہے۔

شریعت: اس کا مادہ شرع (ش ر ع) ہے۔ اس کا معنی راستہ اور گھاٹ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا)۔ (۲۵) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ (پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں چلایا)۔ (۲۶)

گھاٹ اصل میں ندی یا دریا کا کنارہ ہے جہاں سے لوگ اور جانور پانی پیتے ہیں۔ چونکہ اسلام کے فیض عام کا دریا ہر قوم وملّت اور ہر کہ ومہ کے لئے ہر وقت جاری تھا اور جیسے ندی کا پانی طبیعت کو فرحت بخشنے والا بلکہ زندگی کو قائم رکھنے والا ہوتا ہے، اسی طرح شریعت اسلامی روحانی زندگی میں تر وتازگی اور اس کے قیام ودوام کی کفیل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوگئی۔

شیخی/ شیخی مارنا: شیخ (جمع شیوخ) کی نسبت سے یہ لفظ تشکیل پایا ہے۔ عربی میں شیخ کا معنی بزرگ، بوڑھا اور علم وعمر اور مرتبہ کے اعتبار سے بڑھ کر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (انہوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بوڑھے آدمی ہیں) (۲۷)

اسلامی ادب میں شیخ عزّت ووقار اور احترام کی علامت ہے۔ شیخین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) شیخ الاسلام (امام وقت۔ سب سے بڑا پیشوائے دین۔ امام ابن تیمیہ کا لقب) شیخ الشیوخ (تمام تر عالموں اور فاضلوں کا سرکردہ) شیخ الرئیس (بوعلی سینا کا لقب) اور شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) اس کی خوب صورت مثالیں ہیں۔ اردو میں شعری صنف نے اس لفظ کو خوب بدنام کیا اور اس کی خوب گت بنائی شیخی کا شیخ کی نسبت سے ظاہر ہونا کوئی قابل تعریف امر نہیں رہا۔ شیخ چلّی (ایک فرضی احمق کردار) شیخ چنڈال (حریص) شیخ سدّو (عورتوں کا فرضی جن) شیخ ڈونڈوں اور شیخ کا بکرا کی تراکیب لفظ ''شیخ'' کے لئے استہزاء کا باعث بنیں۔ شیخ کی نسبت سے شیخی باز (گھمنڈی) شیخی بگھارنا (خودستائی کرنا) شیخی جتانا (بڑائی ظاہر کرنا) شیخی جھڑنا (سبکی ہونا)

شیخی مارنا (ڈینگ مارنا) اور شیخی میں آنا (اترانا) کے محاورات نے "شیخ" کے وقار کو ختم کرنے کی رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

صلواتیں سنانا: (بُرا بھلا کہنا اور گالیاں دینا) یہ صلوات کی اردو میں جمع ہے۔ اردو زبان وادب میں ہجو۔ گالی اور دُشنام کے معنوں میں بطور واحد مستعمل صلوات دراصل دینی ادب (قرآن، حدیث اور فقہ) کے اہم ترین لفظ صلوٰۃ کی جمع ہے۔ اس محاورے کی اصل صلوٰۃ یعنی نماز ہی ہے۔ صلوٰۃ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایسے دخیل ہے جیسے جسم میں خون۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انسان تربیت اور تزکیہ کے لئے کثرت سے وارد ہوا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَر (بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) (۲۸)

نماز کا احترام اور تقدس مسلمہ ہے۔ ہر مسلمان کی زبان پر اس کی عظمت وشان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن معاشروں کی خِفّتِ عقل اور ضُعفِ ایمان کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس مقدس لفظ کو جمع کی صورت میں ایک ذلیل حرکتِ انسانی سے وابستہ کر دیا گیا۔ کہاں صلوٰۃ (نماز) اور کہاں صلواتیں (گالی گلوچ)۔ ہم احساس کیے بغیر بلا روک ٹوک اس مقدس لفظ کو مسلسل ان گھٹیا معنوں میں استعمال کرتے رہتے ہیں اور اپنی اخلاقی اور مذہبی کمزوری کو لمحہ بھر کے لئے بھی محسوس نہیں کرتے۔

طاعُون: ایک مہلک اور متعدی بیماری جس میں چھاتی، بغل یا ٹھیسے کے نیچے گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہو جاتا ہے۔ یہ بیماری چوہے کے پسّوؤں کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ انگریزی میں اسے پلیگ (Plague) کہتے ہیں۔ طاعون کی اصلیت طعن ہے۔ اسی سے طعنہ، طاعن اور مطعون مشتق ہیں یعنی تیر مارنا اور زخمی کرنا۔ اس اعتبار سے طاعون زخمی کرنے والی اور صدمہ دینے والی بیماری ہوتی ہے۔

طعنہ: اردو میں طنز، ملامت، برا بھلا کہنا، آوازہ کسنا اور طعن وتشنیع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ طَعَنُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّۃَ الۡکُفۡرِ ۙ اِنَّھُمۡ لَاۤ اَیۡمَانَ لَھُمۡ (اور تمہارے دین پر طعنہ زنی شروع کر دیں تو کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں) (۲۹) طعنہ کا مادہ طعن (ط ع ن) ہے جس کا معنی نیزہ سے زخمی کرنا ہے۔

طعنہ دراصل کسی کو اس کی کمزوری کا احساس دلا کر اپنی باتوں سے زخمی کرنا ہوتا ہے۔ اب اردو میں کسی شخص کی عیب جوئی اور برا بھلا کہنے کے لئے مستعمل ہے۔

طُومار: اردو میں لمبی کہانی، جھوٹ، بہتان، ڈھیر، کتاب، دفتر اور صحیفہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ عربی میں طَمَر کا معنی لپیٹنا ہے۔ اسی سے طومار تشکیل پایا ہے۔ یعنی ایک لمبی داستان جو رطب ویابس سے بھری ہوئی ہو۔

اک عمر کا قصہ ہے برسوں ہی کا جھگڑا ہے
سنتے وہ اسے کب تک طومار ہے دفتر کا (۳۰)

طیش: خفت، سبکی، بے عقلی، غصہ، جوش اور غضب کے معانی میں مستعمل ہے۔ عربی میں اس کا مادہ ط ی ش ہے جس کا معنی تیر

کا نشانہ سے خطا ہونا ہے۔اسی سے طائش (نشانہ خطا کرنے والا)طیاّ ش (جوخفت عقل کی وجہ سے ایک طریقے پر نہ جمے)اور طیشان (سبکی۔اوچھاپن)مشتق ہیں۔انسان اپنی غلط حکمت عملی سے ناکامی پر پہلے سبکی اورخفت اٹھاتا ہے پھرفریق مخالف سے غصہ اورغضب سے پیش آ کر اپنے اوچھے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

عادت: چال چلن،طورطریقہ،دستور،قاعدہ،خصلت،خُو اورطبیعت کے معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس کامادہ عــــو د (ع و د) ہے۔اعادہ،عید،عود،عیادت اورمعید اسی مادہ کے مشتقات ہیں۔اس مادہ سے مشتق الفاظ میں بار بار ہونے اور کرنے کامعنی پایاجاتا ہے مثلاً عید،جوبار بار آئے،جس کے بار بار آنے کی خواہش اورانتظار ہو۔اس مادہ کی نسبت سے عادت ایسی حرکت،بات یاادا ہوتی ہے جس کا بار بار ارتکاب کیاجاتا ہے۔

عبارت: تحریر،مضمون اورمُراد کے لئے اردو میں استعمال ہوتا ہے۔اس کا مادہ عبر(ع ب ر)ہے۔مختلف الفاظ مختلف معانی میں اس مادہ سے مشتق ہیں مثلاً عبرت،عبور،تعبیر،مُعَبّر،معتبر،اعتباراورعابروغیرہ۔ عَبَـر کامعنی پانی اورآنسوؤں کا بہنا ہے۔عبارت میں پانی کی سی روانی ہوتی ہے چونکہ تحریر میں خیالات کاتسلسل اورفکر کی روانی ہوتی ہے اس لئے اسے عبارت کہاجاتا ہے۔

غنیمت: غنم (بکری) سے ہے۔ابتدائے زمانہ عرب میں چونکہ لوٹ مار میں زیادہ تر بکریاں ہاتھ آتی تھیں اور بکری کوعربی میں غنم کہتے ہیں اس لئے لوٹ کے مال کوعربی میں غنیمت کہنے لگے۔اس لفظ نے پھر یہاں تک وسعت حاصل کرلی کہ قیصرو کسریٰ کا تاج وتخت لُٹ کرآیا تو اسی نام یعنی غنیمت سے پکارا گیا۔رفتہ رفتہ یہی لفظ عربی قوم،عربی زبان اورعربی تاریخ کا نمایاں اور وسیع الاثر لفظ بن گیا۔آج بھی قبیلے کا سربراہ جب اپنے کسی عزیز کوسفر کے لئے رخصت کرتا ہے تو کہتا ہے’’سالماً غانماً‘‘یعنی سلامت آنا اور کچھ لوٹ کرلانا۔اردو میں سب سے عزیز چیز کوبھی’’غنیمت‘‘ کہتے ہیں مثلاً آپ کا تشریف لانا نہایت غنیمت ہے یااس کا وجود معاشرے کے لئے غنیمت ہے۔

فَبِہا: یہ اصل میں عربی کے ایک مکمل جملے فَرِضِینَابِہاَ (ہمیں منظور ہے،ہم اس پرراضی ہیں) کامخفف ہے۔

فطرتی: اردو میں شرارتی،شوخ،فتنہ پرداز اور چالاک کے معنوں میں مستعمل ہے۔اس کا مادہ فطر (ف ط ر) ہے جس سے فطرت،فاطر،فطری،فطرانہ اورافطار مشتق ہیں۔فطرتی سے شریر کامعنی قوم کے انحطاط اخلاقی کا ثبوت دے رہا ہے گویا کہ شرارت خاصہ اورطبیعت انسانی ہے۔

فقط: صرف محض اوربس کے معنوں میں مستعمل ہے۔یہ ف اورقطّ کامرکب ہے۔ف کامعنی پھراورقط کاصرف ہے۔

قافیہ: اس کامادہ قفی (ق ف ی) ہے۔اس کامعنی پے درپے آنے والا اور پیچھے چلنے والا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُل (اور بے شک ہم نے موسیٰ کوکتاب عطا کی اوراس کے بعد پے درپے رسول بھیجے)[۳۱] علم عروض کی اصطلاح میں چند حروف وحرکات کا مجموعہ جس کی تکرار مختلف الفاظ کے ساتھ مصرع کے آخر میں پائی جائے۔

کالعدم: عدم کی مانند،ک حرف جر ہے جس کا معنی مانند ہے۔اس مرکب جاری کا معنی ہے ناپید جس کا وجود نہ ہو۔

کھٹمل: کھٹ/کھاٹ چارپائی کو کہتے ہیں اورمل کا معنی پہلوان ہے یعنی چارپائی کا پہلوان جو قابو میں ہی نہیں آتا اور لوگوں کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔

لفظ: ''لفظ'' جو اس مقالے کا موضوع ہے عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا معنی ہے''مُنہ سے پھینکی ہوئی کوئی چیز یا بات'' عربی میں کہا جاتا ہے اَکَلتُ التَّمرَ وَلَفَظتُ النَّوَاۃَ (میں نے کھجور کھالی اور گٹھلی پھینک دی)۔''لفظ'' کا پس منظر یہ ہے کہ خیالات و افکار کو الفاظ کے پیکر میں مُنہ سے بول دیا جاتا ہے یا قرطاس پر بکھیر دیا جاتا ہے۔

لیت ولعل: دوسرے لفظ لعلَّ کی عین پر زبر ہے۔یہ اصل میں لَیتَ (کاش) اور لَعَلَّ (شاید) کا مرکب ہے۔اس کا معنی ہے ٹال مٹول کرنا۔بہانہ کرنا،بہانہ کرنے والا عام طور پر کہتا ہے کاش ایسے ہوتا تو............شاید ایسے نہ ہو......

ماجریٰ: ما موصولہ ہے جس کا معنی ہے جو۔جریٰ فعل ماضی ہے اس کا معنی ہے وہ جاری تھا۔یعنی جو معاملہ جاری ہوا تھا۔گزرا ہوا واقعہ۔

محراب: یہ حَـــرَبَ (جنگ لڑنا) سے مشتق ہے۔اس مادہ سے اردو میں استعمال ہونے والے دیگر الفاظ میں سے حرابہ، حرب،حریب،محاربہ اور حارب ہیں۔یہ مِفعال،مضراب،مِثقال،مسمار،مفتاح،مقیاس،مِعیار اور مِسواک کے وزن پر اسمِ آلہ ہے جب کہ میلاد،منہاج، میعاد اور میثاق کے وزن پر اسمِ ظرف ہے۔اسم آلہ کے طور پر اس کے لغوی معنی آلۂ حرب، ہتھیار اور سلاح کے ہیں۔اسم ظرف کے طور پر اس کے لغوی معنی لڑنے کی جگہ ہے۔

اصطلاحاً مسجد کے اندر اس قوس یا کمان نما جگہ کو کہا جاتا ہے جو قبلہ رخ بنی ہوتی ہے اور وہاں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔اس جگہ کو محراب کہنے کے پس منظر میں مسلمانوں کا وہ خیال ہے کہ جس کے مطابق یہاں امام کھڑا ہو کر مسجد کے اندر صف آراء نمازیوں کی قیادت کرتے ہوئے شیطان اور نفسِ امارہ سے جنگ کرتا ہے۔

مُرَوَّت: یہ لفظ اُمُــرُؤ (مرد) سے مشتق ہے۔یہ اصل میں مُرُوءَت ہے۔ہمزہ کو واؤ سے بدل کر ادغام کر کے مُرَوَّت بنالیا گیا۔اس کا لفظی معنی''کامل مردانگی'' ہے۔عربی، فارسی اور اردو ادب میں مروّت اُن آدابِ نفسانیہ کو کہتے ہیں جو انسان کو اخلاقِ حسنہ اور آدابِ جمیلہ پر برانگیختہ کریں۔ایک صاحب کردار اور کامل شخص چونکہ مردانگی، بہادری، جواں مردی، خوش اخلاقی، فیاضی، انسانیت، بھلمنساہت، نیک نہادی، پاس داری اور دریا دلی جیسے اجزائے ترکیبی سے تشکیل پاتا ہے لہذا یہ تمام اعلیٰ اوصاف اور مثبت معانی مُرَوَّت کی ذیل میں آجاتے ہیں۔

مشّائین: یہ لفظ مَشَــیٰ یَمشی (چلنا) سے مشتق ہے۔مشّائی (جو نسبت یا مبالغہ کا صیغہ ہے) کی جمع ہے۔اصطلاح میں وہ حکیم جو ایک دوسرے کے پاس جا کر تحصیل علم کیا کرتے تھے۔بخلاف اشراقین کے جو بیٹھے بیٹھے معلوم کرلیا کرتے تھے۔حکیموں کا یہ گروہ حقائق اشیاء کا ادراک دلیل کے بغیر نہیں کرتا تھا اور علامات کے ذریعے ملک ملک پھر کر مقصد تک پہنچتا۔

یہ گروہ فلسفیانِ یونان ارسطا طالیس اور اس کے جانشینوں پر مشتمل تھا۔ مذکورہ فلسفیوں نے مسائل فلسفیہ کی تعلیم کے لئے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بیٹھ کر تعلیم دینا انہیں گوارا نہیں تھا۔ ان کا عام دستور تھا کہ ٹہلتے اور چلتے جاتے تھے اور بولتے جاتے تھے۔ قدم اٹھاتے اور منہ سے لفظ نکالتے۔ چلتے اور پڑھاتے تھے۔ اس لئے ان کے ہم خیال اور پیرو کار مشائین کے نام سے شہرت پا گئے۔ (۳۲)

مِصرع: صَـرَعَ یَصْـرَعُ سے مشتق ہے۔ مِصرع اسم آلہ ہے جس کا معنی ہے دروازے کا ایک تختہ، ایک کواڑ، ایک پٹ۔ مراد شعر کے دو مصرعوں میں سے ایک مِصرع۔ آدھا شعر نصف بیت۔ جس طرح دروازہ کھول کر (پہلے ایک پٹ پھر دوسرا) گھر کے اندر داخل ہو کر سکون، امن، عافیت اور حفاظت کا احساس ہوتا ہے بعینہ اچھا شعر پڑھ کر (پہلے ایک مصرع پھر دوسرا) الفاظ کی حلاوت، معنی آفرینی، نفیس خیالات اور اعلیٰ وارفع سوچ کا احساس ہوتا ہے۔

معمولی: عَـمِلَ یَعْـمَلُ (کام کرنا) سے مشتق ہے۔ عمل، عامل، تعمیل، عُمّال، عاملہ، معمل، مستعمل، استعمال، معمول، عملہ، تعامل اور معاملہ اسی مادہ سے اردو اور فارسی میں مستعمل ہیں۔ معمول اسم مفعول ہے جس سے اردو ترکیب معمولی وضع ہوئی۔ اس کا معنی ہے وہ چیز جو کام میں آئے۔ زیر تصرف رہے۔ ہر وہ چیز جو ہمہ وقت استعمال میں رہے، اس کی وقعت اور قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے جیسے پانی، ہوا اور مٹی وغیرہ۔ اسی نسبت سے کم قیمت اور بے وقعت اشیا اور باتوں کو معمولی کہا جاتا ہے۔

مُعَمّیٰ/مُعَمّا: عَـمِـیَ یَعْـمیٰ عَمَیً (اندھا ہونا) سے مشتق ہے۔ درست املاء مُعَمّیٰ ہے۔ معمہ غلط املاء ہے۔ اردو میں زیادہ تر مُعَمّا لکھا جاتا ہے۔ لغوی معنی ہے وہ معاملہ، بات یا چیز جو اندھیرے میں ہو، نظروں سے پوشیدہ ہو لیکن اصطلاحاً اس معاملے اور مسئلے کو کہتے ہیں جس کا حل یا جس تک رسائی ممکن نظر نہیں آتی۔ اردو میں مخفی، پوشیدہ مبہم چیز، پہیلی، رمز، پیچیدہ بات اور الجھے ہوئے مسئلے کے لئے مستعمل ہے۔

موسلا دھار بارش: زوردار اور مسلسل بارش کے معنی میں بولا اور لکھا جاتا ہے۔ موسلا چھلکا اتارنے کی غرض سے اناج کوٹنے کے لئے لکڑی کا موٹا اور لمبا آلہ ہوتا ہے جس کی عمودی ضربیں اُکھلی میں ڈالے ہوئے اناج پر پڑتی ہیں تو چھلکا اتر جاتا ہے۔ یہ عمودی ضربیں تواتر سے پڑیں تو دھار (اوپر سے نیچے قدرے عمودی پانی کے بہاؤ) کا روپ اختیار کر جاتی ہیں۔ چوں کہ زوردار بارش بھی عمودی برستی ہے اس لئے اسے موسلا دھار بارش کہا جاتا ہے۔

نرغہ: لغوی معنیٰ ہے محاصرہ، گھیرا۔ اسی سے محاورہ تشکیل پایا ہے ''نرغہ میں آنا'' یعنی پھنس جانا۔ شکار کو قابو میں لانے کے لئے شکاری ایک حلقہ بنا لیتے ہیں جسے نرغہ کہا جاتا ہے جب کوئی انسان چاروں طرف سے مصائب و آلام میں گھر جائے اور اسے بچاؤ کی کوئی تدبیر نظر نہ آئے تو اپنے آپ کو نرغہ میں دیکھتا ہے۔

نائکہ: یہ ہندی الاصل لفظ نائک کی تانیث ہے۔ نائک فوج میں ایک عہدہ ہے۔ فوجی حلقوں اور عام سوسائٹی میں اپنی شرافت، عہدہ اور حیثیت کے لحاظ سے قابل توقیر ہے۔ معاشرے کے اخلاقی انحطاط پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کی تانیث ''نائکہ'' معاشرے

کا ذلیل ترین کردار ہے جو عصمت فروشی کے اڈے کی نگران اور اس دھندے کی ماہر ہوتی ہے۔

ولی عہد: وارث تاج وتخت جس کی بیعت حکمران خلیفہ کی موجودگی میں کر لی جائے۔خلفائے بنی امیہ اس لفظ کے رواج کے ذمہّ دار ہیں۔جب حضرت امیر معاویہؓ نے سلطنتِ اسلامی اپنے قبضے میں لی اور سیاسی حالات نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ سلطنت اب ان کے خاندان میں رہے تو انہوں نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے مشہور ایفائے عہد کے وصف سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی۔مسلمانوں سے عہد لیا کہ ان کے بعد وہ ان کے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں گے۔اس عہد کی پختگی بیٹے کے ہاتھ پر باضابطہ بیعت کرنے سے کیا اس طرح اس بیعت کے عہد کا ولی یعنی مالک حکمران خلیفہ کی زندگی میں ولی عہد کے نام سے موسوم ہو گیا۔اب رفتہ رفتہ وارثِ تاج وتخت بلا لحاظ کسی بیعت یا عہد کے، اس نام سے پکارا جاتا ہے۔

واہیّات: واہی کی جمع ہے جس کا معنی ہے بے ہودہ۔لغو، فضول، نکمّا اور آوارہ وغیرہ۔یہ لفظ عربی الاصل ہے جو وَھِـیَ یَھِـی وَھْیاً (پھٹنا، بوسیدہ ہونا، کمزور ہونا، گرنا اور بے وقوف ہونا) سے مشتق ہے۔اس طرح واہی ٹوٹی پھوٹی اور ناکارہ چیز کو کہتے ہیں اور فضول باتوں کو واہیّات کہتے ہیں یعنی بے ہودہ اور بکواس۔

وغیرہ: اور اس کے علاوہ۔یہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے۔واؤ عاطفہ، غیر (ماسوا۔علاوہ) اور متصل ضمیر ہٗ۔اس کا پورا معنی ہے ''اور اس کے ماسوا'' عَلیٰ ھٰذاالقیاس۔الآخرہ۔اور بھی، غیر ذالک اس لفظ کے مترادفات ہیں۔

ہری چگ: یعنی خود غرض، موقع پرست، بے وفا اور ہرجائی اس لفظ کے پس منظر میں ایسا پرندہ ہے جو جہاں پر ہری گھاس پاتا ہے چرتا رہتا ہے۔جب وہ گھاس نہ رہے تو جہاں اور ہری گھاس دیکھتا ہے جا پہنچتا ہے یعنی وہ ایک جگہ مستقل طور پر نہیں رہتا۔

؎ آج یہاں کل وہاں گزرے یوں ہی جگ ہمیں
کہتے ہیں سب سبزہ رنگ اس سے ہری چگ ہمیں (۳۳)

ہڑتال: ہٹ تالا (دوکان کی تالا بندی) سے مرکّب ہے۔ہٹ تالا سے ہٹ تال کی صورت بنی چوں کہ ٹ اور ت کے اتصال میں سہولتِ ادائیگی نہیں ہے۔لہٰذا ٹ کو ڑ سے بدل دیا گیا تو یہ لفظ ہڑتال کی شکل اختیار کر گیا۔

ہَیُولیٰ/ہَیُولا: یعنی ابتدائی مادہ، ہر چیز کی اصل ایک رائے کے مطابق یہ لفظ ہیئت اُولیٰ کا مُخفّف ہے۔حکماء کے نزدیک وہ جوہر جو صورتِ جسمی کا محل ہو۔

؎ جلوہ کس کا ہے صُوَر کیا ہے ہیولا کیا ہے
میں کوئی چیز ہوں تم نے مجھے سمجھا کیا ہے (۳۴)

یدِ طولیٰ: لفظی معنی ہے لمبا ہاتھ۔ید (ہاتھ) چوں کہ عربی میں مونث اسم ہے لہٰذا اس کی صفت بھی مونث یعنی طُولیٰ ہو گئی۔مہارت اور لمبے ہاتھوں میں قدرِ مشترک محلِ غور ہے۔مہارت کے لئے ہاتھوں کا صحیح وسالم، تن درست، مضبوط اور لمبے ہونا ضروری ہے۔ہاتھ کی مہارت کے حوالے سے سینکڑوں محاورے اردو زبان وادب میں رائج ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ہاتھ جمنا، ہاتھ چڑھانا، ہاتھ چلنا، ہاتھ چالاک، ہاتھوں کی صفائی، ہاتھ لگانا، ہاتھ کھلا رہنا، ہاتھ کا چالاک ہونا، ہاتھ کا سچا، ہاتھ کا دیا، ہاتھ دکھانا، ہاتھ دوڑانا، ہاتھ دھونا، ہاتھ ڈالنا، ہاتھ روکنا، ہاتھ رواں کرنا/ ہونا وغیرہ۔

یعنی: (مراد یہ ہے مطلب یہ ہے۔) یہ لفظ اردو میں کسی بات کی توضیح کے لئے مستعمل ہے۔ عِـنَـایَۃً مصدر سے یہ فعل مضارع معروف کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ عَنیٰ (اس نے یہ مراد لیا) فعل ماضی ہے جب کہ (یَعْنی) (وہ یہ مراد لے رہا ہے) فعل مضارع ہے۔

حوالہ جات/ حواشی

۱۔ اخبارِ اردو، ج:۲۶،ش:۱ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جنوری ۲۰۰۹ء) ص ص ۵-۱۱، نیز دیکھئے اخبارِ اردو، ج:۲۶،ش: ۴، اپریل ۲۰۰۹ء، و اخبارِ اردو جلد:۲۷،ش:۹،ستمبر ۲۰۱۰ء

۲۔ سیّد احمد دہلوی، مولوی: فرہنگ آصفیہ، جلد سوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۲۴۶

۳۔ نیّر، مولوی نورالحسن: نوراللغات جلد سوم (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۵۲۰ نیز دیکھئے خواجہ عبدالحمید: جامع اللغات جلد دوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۱۳۷۸ و فرہنگ آصفیہ جلد سوم ص ۲۴۶

۴۔ البقرۃ: ۱۸۶

۵۔ بحوالہ: نوراللغات، جلد اول، ص ۳۱۳، نیز دیکھئے فرہنگ آصفیہ، جلد اول، ص:۷۴ اور جامع اللغات جلد اوّل، ص ۱۷۸)

۶۔ یٰس: ۶۵ ۷۔ التوبۃ: ۲۵ ۸۔ ص: ۵۹

۹۔ زیّات، احمد حسن: تاریخ الادب العربی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۲ء)

۱۰۔ فرہنگ آصفیہ: جلد اول، ص ۴۲۲ ۱۱۔ ذوق، محمد ابراہیم: بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد اول، ص ۴۶۵

۱۲۔ احمد دین: سرگزشتِ الفاظ (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۸ء) ص ۱۵۸

۱۳۔ الیوسف: ۱۴ ۱۴۔ الغاشیۃ: ۱۲ ۱۵۔ الانعام: ۱۱

۱۶۔ المائدۃ: ۴۵ ۱۷۔ نوراللغات، جلد اول، ص ۱۲۲۸ ۱۸۔ قول حضرت علیؓ بحوالہ منارُ السّبیل

۱۹۔ الانفال: ۹ ۲۰۔ النمل: ۷۲ ۲۱۔ النازعات: ۶-۸

۲۲۔ الیوسف: ۳۰ ۲۳۔ النجم: ۳۹-۴۰

۲۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو لُغت، جلد ۱۱ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۰ء) ص ۸۶۴

۲۵۔ الشوریٰ: ۱۳ ۲۶۔ الجاثیہ: ۱۸ ۲۷۔ القصص: ۲۳

۲۸۔ العنکبوت: ۴۵ ۲۹۔ التوبۃ: ۱۲

۳۰۔ نسیم دہلوی، بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم، ص ۲۵۳ ۳۱۔ البقرۃ: ۸۷

۳۲۔ نوراللغات، جلد چہارم، ص ۱۲۶۸ نیز دیکھئے فرہنگ آصفیہ جلد چہارم، ص ۳۵۵ اور جامع اللغات: جلد دوم، ص ۱۸۳۳ نیز دیکھئے: مولوی فیروز الدین: فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء) ص ۱۳۱۱

۳۳۔ نوراللغات، جلد چہارم، ص ۱۶۷۲ ۳۴۔ فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، ص ۶۸۷